قرن اول سے قیاس کی چند مثالیں

مولانا عصمت اللہ نظامانی
متخصص علومِ حدیث، جامعہ

فقہی اُصول اور شرعی دلائل میں ''قیاس'' کی جو اہمیت ہے، وہ کسی مُنصف مزاج شخص سے پوشیدہ نہیں، شریعت کے احکام کی ایک بہت بڑی تعداد قیاس کے ذریعے ہی ثابت ہوتی ہے، اسی لیے عہدِ نبوی سے لے کر عصر حاضر تک جمہور فقہائے کرام اور مستند اہلِ علم ''قیاس'' کرتے آئے ہیں، اور اس کی ضرورت واہمیت کا برملا اعتراف کیا ہے، نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی صحابہ کرامؓ نے قیاس کو ایک بنیادی اصول جانا، اور اس کے ذریعے احکام کو ثابت کیا اور ان پر عمل کیا۔

لیکن قیاس سے مسائل کا استنباط کرنے کے لیے علوم میں رسوخ وپختگی کے ساتھ گہری فقہی بصیرت، استنباطِ مسائل کا ملکہ اور قیاس کے منہج وطریقۂ کار سے آشنائی بھی ناگزیر ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بذات خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس سلسلے میں تربیت کی، اور انہیں قیاس واجتہاد کے ذریعے مسائل کا حل معلوم کرنے کا طریقہ بتلایا، جس کی وجہ سے صحابہؓ کے اندر قیاس کرنے کا ملکہ وصلاحیت پیدا ہوگئی تھی، اور انہوں نے بیسیوں مسائل کا اس کے ذریعے حل نکالا۔ زیرِ نظر مضمون میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فقہی قیاسات پر مختصر نظر ڈالی جائے گی، تاکہ پڑھنے والوں کو ان کے طریقۂ استدلال اور رسول اللہ ﷺ کے اندازِ تربیت سے واقفیت ہو اور مُنکرینِ قیاس پر بھی ضمناً رد ہو جائے، اور ان پر بھی قیاس کی اہمیت آشکارا ہو۔

نبی کریم ﷺ کا قیاس کے ذریعے مسئلہ سمجھانا

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، اور اب اس کا انتقال ہو چکا ہے، لہٰذا اب کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''لو كان عليها دين أكنت قاضيه؟''، ''اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم وہ (بہن کی طرف سے) ادا کرتے؟'' اس آدمی نے کہا کہ جی ہاں، میں ادا کرتا، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''فاقض الله، فهو

أحق بالقضاء.''(۱) یعنی ''اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو، کیونکہ وہ ادا کیے جانے کے زیادہ حق دار ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے حق اللہ کی قضا کے سلسلے میں حق العباد پر قیاس کر کے مسئلہ سمجھایا، وہ ایسے کہ جس طرح قریبی رشتہ دار کی وفات کے بعد اس پر لازم ایک حق کی ادائیگی کی جاتی ہے تو دوسرے حق یعنی حقوق اللہ کی بھی ادائیگی کرنی چاہیے۔

اس حدیث کے تحت علامہ ابن بطالؒ نے امام مہلبؒ سے نقل کیا ہے:

''وقوله: (أرأيت لو كان عليها دين) هو تمثيل من النبي (صلي الله عليه وسلم) وتعليم لأمته القياس والاستدلال.''(۲)

ترجمہ: ''آپ ﷺ کا ارشاد: ''أرأيت لو كان عليها دين'' یہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے مثال بیان کرنا ہے اور اپنی امت کو قیاس واستدلال کی تعلیم دینا ہے۔''

صحابیؓ کے قیاس سے حضور ﷺ کا مسرور ہونا

نبی کریم ﷺ کو حضرت زید بن حارثہ اور ان کے فرزند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بہت محبت تھی، خصوصاً اس لیے بھی کہ حضرت زیدؓ بچپن سے آپ ﷺ کے زیرِ کفالت اور ساتھ رہ رہے تھے، اور حضرت اسامہؓ تو عہد نبوی میں ''حِبِ رسول'' کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے، یعنی رسول اللہ ﷺ کا محبوب۔ لیکن ان باپ بیٹے کے رنگ میں بہت فرق تھا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ تھا، جبکہ ان کے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ کا رنگ صاف اور گورا تھا، اس لیے جاہلیت میں کچھ لوگ ان کے نسب سے متعلق شک وشبہہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اپنے وقت کے بہترین قیافہ شناس شخص حضرت مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے، اس وقت دونوں باپ بیٹے یعنی حضرت زید اور اسامہ رضی اللہ عنہما ایک چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، صرف ان کے پاؤں باہر سے نظر آرہے تھے، انہیں دیکھ کر مجزز مدلجی نے کہا: ''إن هٰذه الأقدام بعضها من بعض.'' یعنی ''بیشک یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو اس کی بات سے بہت خوشی ہوئی، کیونکہ اس سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں طعن کرنے والوں کو جواب مل گیا۔ ابوداود شریف کی روایت کے الفاظ ہیں:

''قالت: دخل علي مسرورًا تبرق أسار ير وجهه.''(۳)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس خوش ہو کر آئے، اس حال میں آپ کا چہرہ چمک رہا تھا۔''

اس حدیث میں ایک صحابی مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ نے حضرت زیدؓ اور اسامہؓ کے پاؤں دیکھ کر ان کے درمیان مشابہت پا کر ان دونوں کے ایک نسب ہونے کا کہا، اور حضور ﷺ نے بھی اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ اگرچہ یہ قیاس فقہی نہیں ہے، تاہم دو مشابہ چیزوں میں ایک ہی حکم ثابت کیا جا رہا تھا، تو اس میں بھی ایک گونا قیاس وعقل کا دخل ہے، جیسا کہ صاحب علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''قاس مجزز المدلجيؓ وقاف وحكم بقياسه وقيافته على أن أقدام زيد وأسامة ابنه بعضها من بعض.''(۴)

ترجمہ: ''مجزز مدلجیؓ نے قیاس کیا، اور قیافہ شناسی کی، اور اپنے قیاس وقیافہ شناسی کے مطابق حکم لگایا کہ حضرت زیدؓ اور ان کے بیٹے اسامہؓ کے پاؤں ایک دوسرے سے ہیں۔''

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قیاس

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ دورانِ سفر غسل کی حاجت ہوئی، مگر ان کے پاس پانی موجود نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے تیمم کیا، لیکن انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ بوقتِ ضرورت تیمم جب وضو کا قائم مقام ہوتا ہے تو وضو کی ہیئت پر ہوتا ہے کہ چہرے اور دونوں بازوؤں پر مسح کیا جاتا ہے، لہٰذا غسل کے لیے تیمم بھی غسل کی ہیئت وشکل پر ہونا چاہیے، حضرت عمارؓ فرماتے ہیں:

''وأما أنا فتمعكت فصليت، فذكرت للنبي صلي الله عليه وسلم.''(۵)

یعنی ''میں زمین پر لوٹ پوٹ ہوا، اور نماز پڑھی، پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر اس کا تذکرہ کیا۔''

حضور اکرم ﷺ نے انہیں عملی طور پر تیمم کر کے دکھایا، اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور پھر ان میں پھونک لگا کر چہرہ کا مسح کیا، اور ہاتھوں (بازوؤں) کا مسح کیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے غسل کے تیمم کی ہیئت کو غسل پر قیاس کیا، اور چونکہ یہ قیاس درست نہیں تھا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے انہیں صحیح طریقہ بتلایا۔ اس حدیث کے تحت علامہ کرمانیؒ لکھتے ہیں:

''وفي قصة عمارؓ جواز الاجتهاد في زمن الرسول صلي الله عليه وسلم.''(۶)

ترجمہ: ''حضرت عمارؓ کے قصہ میں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اجتہاد کے جواز کا ثبوت ہے۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قیاس

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذات السلاسل میں ایک رات احتلام ہوا، اس رات ٹھنڈ بہت

تھی اور انہیں ڈر ہوا کہ اگر پانی استعمال کریں گے تو جان جاسکتی ہے، لہٰذا انہوں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی، لوگوں نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یا عمرو! صلیت بأصحابك وأنت جنب.''

ترجمہ: ''اے عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی، حالانکہ تم جنبی تھے۔''

چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو عذر بتایا، جس کی وجہ سے میں نے غسل نہیں کیا تھا، اور میں نے مزید عرض کیا:

''إني سمعت الله يقول: وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا''

''میں نے اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقین جانو اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔''

''فضحك رسول الله صلي الله عليه وسلم ولم يقل شيئًا.''(۷)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ ان کی بات سن کر مسکرا دیے، اور انہیں کچھ نہیں کہا۔''

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قیاس کر کے تیمم کیا تھا، کیونکہ قرآن پاک میں ٹھنڈ کی وجہ سے تیمم کرنے کا ذکر نہیں، بلکہ پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے، لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانی کی عدمِ دستیابی کا مسئلہ نہیں تھا، بلکہ ٹھنڈ کا مسئلہ تھا، چنانچہ انہوں اس آیت سے قیاس کر کے مسئلہ مستنبط کیا کہ جس طرح ہتھیار وغیرہ سے اپنے آپ کو قتل کرنا ممنوع ہے، اسی طرح ٹھنڈے پانی سے جان کو خطرہ ہونے کی وجہ اسے استعمال کرنا بھی صحیح نہیں ہوگا، اس لیے انہوں نے تیمم کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قیاس

۱: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تین پتھر لانے کا فرمایا، حضرت عبداللہ بن مسعود کو دو پتھر ملے، لیکن تلاش کے باوجود تیسرا پتھر نہیں ملا، چنانچہ وہ تیسرے پتھر کے بجائے لید اُٹھا آئے، حضور ﷺ نے دو پتھر لیے، اور لید کو پھینک دیا، اور فرمایا: ''ھٰذا رکس''(۸) اور اس سے استنجاء نہیں کیا جاسکتا۔ حضراتِ شارحینؒ نے بیان کیا ہے کہ ''رکس'' کا مطلب ہے نجس چیز، جبکہ امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ ''رکس'' جنات کے کھانے کو کہتے ہیں۔(۹)

یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پتھر پر گوبر کے خشک ٹکڑے کو قیاس کیا، کیونکہ جس طرح

پتھر سے نجاست زائل ہوتی ہے، اسی طرح سوکھی لید سے بھی بظاہر نجاست سے صفائی ونظافت حاصل ہوسکتی ہے، اس لیے انہوں نے پتھر پر لید کو قیاس کیا، لیکن آپ ﷺ نے دوسری وجہ سے لید کو استعمال نہیں کیا، کیونکہ وہ خود نجس یا جنات کا کھانا تھی۔

۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عورت کے بارے سوال کیا گیا کہ جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا تھا، لیکن اس نے اپنی بیوی کے لیے کوئی مہر مقرر نہیں کیا تھا، اور نہ اس سے ہمبستری کی تھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ اب اس عورت کو مہر میں کیا ملے گا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں بہت غور وفکر کیا، لوگ تقریباً مہینہ بھر اُن کے پاس آتے جاتے رہے، بالآخر ایک دن انہوں نے جواب دیا:

''فإني أقول فيها: إن لها صداقًا كصداق نسائها لا وكس ولا شطط وإن لها الميراث وعليها العدة، فإن يك صوابًا فمن الله وإن يكن خطأ فمني ومن الشيطان والله ورسوله بريئان.''(۱۰)

ترجمہ: ''اس بارے میں میری یہ رائے ہے کہ اس عورت کا مہر اس کے خاندان کی عورتوں کے برابر ہوگا، نہ کم ہوگا اور نہ زیادہ، نیز اس کے لیے میراث بھی ہوگی اور وہ عدت بھی گزارے گی۔ پس اگر یہ رائے درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس خطا سے بری ہیں۔''

اس مسئلہ میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قیاس واجتہاد سے کام لیا، اور مہر لازم ہونے کے سلسلے میں موت کو جماع پر قیاس کیا، وہ ایسے کہ جس طرح جماع کے بعد طلاق ہونے کی صورت میں عدت واجب ہوتی، اور مکمل مہر بھی لازم ہوتا ہے، اسی طرح جماع سے پہلے موت کی صورت میں بھی عدت واجب ہوتی ہے، لہٰذا مہر بھی واجب ہونا چاہیے۔ اور چونکہ مہر مقرر نہیں تھا، اس لیے مہر مثل لازم ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قیاس

میراث کے ایک مسئلہ ''مقاسمة الجد'' میں صحابہ کرامؓ میں کچھ اختلاف تھا، جس کا حاصل یہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں متوفی شخص کے بہن بھائی وراثت سے محروم ہوں گے یا وراثت پائیں گے؟ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک انہیں بھی میراث سے حصہ ملے گا، جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم دادا کی موجودگی میں میت کے بھائی بہنوں کے میراث سے محروم ہونے کے قائل تھے، چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اس مسئلہ میں قیاس کا استعمال بھی کرتے تھے، اور فرماتے تھے:

''ألا يتقي الله زيد، يجعل ابن الابن ابنًا، ولا يجعل أبا الأب أبًا.''(۱۱)

ترجمہ: ''زید بن ثابت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں؟ وہ پوتے کو بمنزلۂ بیٹا قرار دیتا ہے، لیکن دادا کو باپ کے مرتبہ میں نہیں بناتا۔''

یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھائی بہنوں کے لیے حاجب بننے میں دادا کو پوتے پر قیاس کرتے تھے کہ جس طرح پوتا حاجب بنتا ہے، جبکہ اس کے اور میت کے درمیان ایک واسطہ (بیٹے کا) ہے، اسی طرح دادا کو بھی حاجب ہونا چاہیے کہ اس کے اور میت کے درمیان بھی ایک واسطہ (والد کا) ہوتا ہے۔

صحابہؓ کی ایک جماعت کا قیاس کرنا

غزوۂ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

''لا يصلين أحد العصر إلا في بني قريظة.''(۱۲)

ترجمہ: ''کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے، مگر بنی قریظہ میں۔''

پھر ہوا یوں کہ راستہ میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو صحابہ کرامؓ دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے، بعض نے کہا کہ حضور ﷺ نے بنی قریظہ سے پہلے عصر کی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، لہٰذا انہوں نے راستہ میں عصر کی نماز ادا نہیں کی، جبکہ دیگر صحابہؓ کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کا اصل مقصد یہ تھا کہ بنو قریظہ میں جلد پہنچو، درمیان میں دوسری چیزوں میں مشغول نہ ہونا چاہیے، عصر کی نماز سے روکنا، اور بنو قریظہ میں ہی ادا کرنا بذاتِ خود مقصد نہیں تھا، لہٰذا انہوں نے راستے میں نماز ادا کی۔ چنانچہ جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے کسی کو بھی نہیں ڈانٹا۔ اس واقعہ میں دوسری جماعت نے قیاس و اجتہاد سے کام لیا کہ جس طرح صلوٰۃ الخوف میں سواری پر نماز پڑھی جا سکتی ہے، اسی طرح یہاں بھی راستہ میں سواری پر نماز پڑھنا ممکن ہے، اس طرح نماز بھی بروقت ادا ہو گئی اور بنو قریظہ کی طرف جلد پہنچنے کے حکم پر بھی عمل ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''ففيه دلالة لمن يقول بالمفهوم والقياس.''(۱۳)

''اس حدیث میں اس شخص کے لیے دلیل ہے جو مفہوم اور قیاس (سے استدلال) کا قائل ہے۔''

خلاصۂ کلام

اسی طرح اور بھی بیسیوں مسائل ہیں جن میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کیا اور قیاس پر عمل کیا، جس سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ ''قیاس'' بھی اصولِ شرع میں سے ایک اہم اصل ہے،

بالخصوص جبکہ نبی کریم ﷺ نے بھی بسا اوقات قیاس کے ذریعے سائل کو مسئلہ سمجھایا، لہٰذا اس میں دورِ حاضر کے ان متشدد حضرات کے لیے بھی درس ہے جو علی الاطلاق قیاس کو ممنوع قرار دیتے ہیں، اور اس کی وجہ سے ائمہ کرام پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

١-صحيح البخاري، (١٤٢/ ٨)، كتاب الأيمان، باب من مات وعليه نذر، رقم الحديث: ٦٦٩٩
٢-شرح صحيح البخاري لابن بطال، (١٦٢/ ٦)، الناشر: مكتبة الرشد، الرياض
٣-سنن أبي داود، (٢٤٨/ ٢)، كتاب الطلاق، باب في القافة، رقم الحديث: ٢٢٧٠
٤-إعلام الموقعين لابن القيم، (٢٠٤/ ١)، الناشر: دار الجيل، بيروت
٥-صحيح البخاري، (٧٥/ ١)، كتاب التيمم، باب: المتيمم هل ينفخ فيهما، رقم الحديث: ٣٣٨
٦-الكوكب الدراري للكرماني، (٢١٩/ ٣)، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت
٧- سنن أبي داود، (١٣٢/ ١)، كتاب الطهارة، باب إذا الجنب البرد، رقم الحديث: ٣٣٤
٨- صحيح البخاري، (٤٣/ ١)، كتاب الوضوء، باب: لايستنجي بروث، رقم الحديث: ١٥٦
٩-سنن النسائي، (٤٢/ ١)، الناشر: دار المعرفة، بيروت
١٠-سنن أبي داود، (٢٠٢/ ٢)، كتاب النكاح، باب فيمن تزوج ولم يسم صداقاً حتى مات، رقم الحديث: ٢١١٨
١١-شرح صحيح البخاري لابن بطال، (٣٦٢/ ١٠)، الناشر: مكتبة الرشد، الرياض
١٢-صحيح البخاري، (١٥/ ٢)، باب صلاة الطالب والمطلوب راكباً وإيماء، رقم الحديث: ٩٤٦
١٣-شرح مسلم للنووي، (٩٨/ ١٢)، الناشر:دار إحياء التراث العربي، بيروت

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....